بلوچستان پیار و محبت کی سر زمین!

محمد یلیسین ظفر
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس
السلفیہ پاکستان

بلوچستان رقبے کے اعتبار سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ جو معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ یہ واحد صوبہ ہے۔ جو گرمی اور سردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ سبی اور جیک آباد گرم ترین علاقے ہیں۔ جبکہ زیارت سرد ترین علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ جہاں صنوبر کے جنگلات اس صوبے کی اہمیت کو دو چند کرتے ہیں۔ وہاں چاغی کے پہاڑ پاکستان کی ایٹمی قوت کا منہ بولتا ثبوت!

بلوچستان کی زمین پر قدم رکھنے کی دیرینہ آرزو گذشتہ دنوں پوری ہوئی۔ جب W.C.R کے تحت منعقدہ ایک اہم سیمینار میں شرکت کے لیے کوئٹہ گیا۔ بلوچستان پیار و محبت کی سر زمین ہے۔ اپنے رقبے کی وسعت کی طرح انکے قلبی وسعت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ یہ صوبہ اپنے دامن میں بے شمار خوبیاں رکھتا ہے۔ جہاں بلوچوں کے علاوہ پشتون، پنجابی، سندھی، افغانی، مکرانی، بروہی لوگ آباد ہیں۔ اور یہ منفرد صوبہ ہے۔ جہاں پشتون، بلوچ، بروھی، اردو، فارسی، عربی، سندھی، سرائیکی زبانیں بولی اور سمجھی جاتیں ہیں۔ رزق حلال کمانے کے لیے اطراف واکناف کے لوگ بلوچستان آتے ہیں۔ محنت مزدوری کرتے ہیں۔ مردوں کے چہروں پر سجی خوبصورت داڑھیاں اور سروں پر پگڑیاں اسلامی ثقافت کی یاد دلاتی ہیں۔ بلوچستان کے اہم شہروں میں کوئٹہ، سبی، جیک آباد، ژوب، لورالائی، زیارت، جعفر آباد، تربت، گوادر، قلات خاران لسبیلہ وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن مجھے کوئٹہ اور زیارت جانے کا موقعہ ملا۔

کوئٹہ:۔ یہ بلوچستان کا دارالحکومت اور اہم ترین شہر ہے۔ جہاں بین الاقوامی ہوائی اڈا ہے۔ اور بڑا ریلوے اسٹیشن جہاں سے پورے ملک میں گاڑیوں کی آمدورفت ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کوئٹہ کی حالت ناقابل بیان ہے۔ ادھڑی ہوئی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ جگہ جگہ گڑھے بنے ہوئے ہیں۔ پورا شہر کھنڈرات لگتا ہے۔ ملبوں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر ہیں۔ چند سڑکیں جو کہ گورنر ہاؤس کے آس پاس ہیں۔ کچھ بہتر ہیں۔ نالیوں کا پانی سڑکوں پر بہہ رہا ہے۔ صفائی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ پورے شہر میں کوئی ذمہ دار نہیں۔ نہ کوئٹہ ڈوپلمنٹ اتھارٹی، نہ وزیر اعلیٰ اور نہ ہی اعلیٰ عہدیداران۔ حالانکہ گورنر، وزیر اعلیٰ تمام صوبائی وزراء سیکرٹری صاحبان اور دیگر ترقیاتی اداروں

کے افسران صبح وشام انہی سڑکوں پر گھومتے ہیں۔نہ جانے وہ کس طرح آنکھیں بند رکھتے ہیں۔رکشہ میں سفر کا اتفاق ہوا۔تو وہ بھی یہی شکوہ کر رہا ہے کہ ان چار سالوں میں یہاں ایک پتھر بھی کہیں نہیں لگا۔کس قدر دکھ افسوس کی بات ہے۔کہ جب یہی لوگ سفر کر کے لاہور،اسلام آباد آتے ہیں۔اور یہاں کی تعمیر وترقی پر نظر پڑتی ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں۔کہ تمام ملکی وسائل یہاں خرچ ہورہے ہیں۔پنجابی ہمارا حق کھا گئے۔حالانکہ یہ بات خلاف حقیقت ہے۔کیونکہ صوبہ بلوچستان کے الگ فنڈ ہیں۔تمام شہروں کی دیکھ بھال مرمت اور ترقیاتی کاموں کے لیے الگ الگ منصوبے ہیں۔جن کے لیے کروڑوں کے فنڈ مختص کیے جاتے ہیں۔لیکن یہ تو بلوچستان کے وزیراعلی کی نااہلی ہے کہ وہ ان کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔عوامی، فلاحی کاموں پر یہ فنڈ خرچ نہیں کرتے۔جس کی وجہ سے یہ پسماندگی نظر آتی ہے۔شنید ہے کہ وزیراعلیٰ یہ فنڈ وزراء میں تقسیم کر دیتے ہیں۔اب وزراء کی صوابدید ہے کہ وہ خرچ کریں یا نہ کریں۔

یہ دیکھ کر اور بھی دکھ ہوا کہ کنٹونمنٹ کا علاقہ زیادہ بدصورت ہے۔اور دل یقین کرنے کو تیار نہیں کہ ایسا بھی ممکن ہے۔نہ جانے وہاں موجودہ ذمہ داران اس بات کا احساس کیوں نہیں کرتے۔اور شہر کی ظاہری حالت کو سنوارنے کے لیے موجود وسائل کیوں خرچ نہیں کرتے۔ہمیں بتایا گیا کہ سیاستدان عوام کو یہ تاثر دیتے ہیں۔کہ وفاقی حکومت ان کے فنڈ ریلز نہیں کرتی۔جس کی وجہ سے وہ مجبور ہیں۔یہی وجہ ہے کہ بلوچستان کے عوام ناراض نظر آتے ہیں۔حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

امن وامان! بلوچستان اس وقت پوری دنیا میں موضوع سخن بنا ہوا ہے۔خصوصا جب سے امریکہ نے اپنی کانگرس میں بلوچستان میں انسانی حقوق کی پامالی پر بحث کی۔اور حق خودارادیت کے لیے بل کانگرس میں پیش کر دیا ہے۔کہ صرف بلوچستان ہی نہیں بلکہ افغانستان کی وجہ سے پاکستان معاشی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہے۔دہشت گردی، تخریب کاری ہو رہی ہے۔اور ہر جگہ خطرات موجود ہیں۔اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمنان پاکستان بلوچستان میں زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔بلوچستان کی تعلیمی معاشی پسماندگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔اور عوام کی محرومی کا احساس دلایا جاتا ہے۔جس سے نوجوان زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔اور لالچ میں آکر کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔مجھے کوئٹہ جا کر احساس ہوا۔کہ بلوچستان کے حالات کیا ہیں۔مسائل کیا ہیں۔ضروریات کیسی ہیں۔ان کی ترجیحات کیا ہیں۔اور وسائل کتنے ہیں۔لیکن بدقسمتی سے بلوچستان کی ترجمانی وہ لوگ کر رہے ہیں۔جن کا بلوچستان سے تعلق تو

دور کی بات شاید زندگی میں وہ وہاں گئے بھی نہ ہو۔ اور وہ اچھل اچھل کر ایسے بیانات دیتے ہیں۔ کہ گویا بلوچستان اب بھی ٹوٹا۔ کہ ابھی ٹوٹا۔ خصوصا سر شام مختلف ٹی وی چینلوں پر نام نہاد تجزیہ نگار مختلف شکلوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ اور بلوچستان کے بارے میں انتہائی مایوسی کی باتیں کرتے ہیں۔ اور یہ تاثر دیتے ہیں۔ کہ پورا بلوچستان جنگجوؤں سے بھرا ہوا ہے۔ اور عوام بندوق اٹھا کر پہاڑوں پر مورچہ زن ہیں۔ اور عوام حکومت سے آزادی کے لیے مسلح جدوجہد کر رہے ہیں۔ لیکن حقائق ایسے نہیں ہیں۔ میرے نزدیک بلوچستان کے حالات کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ وہاں کے حقیقی نمائندوں سے رابطہ ہو۔ اور وہ خود بیان کریں۔ کہ ان کے مسائل کیا ہیں؟ ان کی مشکلات کیا ہیں۔ ضرورتیں کیا ہیں۔ اور ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہے۔ دوسروں کو یہ حق نہیں کہ بلاوجہ ان کی نمائندگی کریں۔ اور بات کو بگاڑیں۔ "کچھ ہم سے کہا ہوتا۔ کچھ ہم سے سنا ہوتا" کے مصداق آج تک جو لوگ بھی بلوچستان پر بات کر رہے ہیں۔ یہ محض قیاس آرائیاں ہیں۔ میں نے کوئٹہ سے زیارت کا سفر کیا۔ تقریبا آمد ورفت میں 250 کلومیٹر سفر کیا۔ بحمد اللہ نہایت پرسکون ماحول پایا۔ کچلاک میں تھوڑی دیر کے لیے رکے۔ لوگوں سے ملے۔ لوگ خرید وفروخت میں مصروف معمول کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی حالت زیارت میں تھی۔ حالانکہ شدید برف باری کی وجہ سے زندگی تقریبا مفلوج تھی۔ پھر بھی ہوٹل کھلے ہوئے تھے۔ اور لوگ اطمینان سے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض علاقوں میں ذرا حساسیت زیادہ ہے۔ اور بعض بیرونی قوتیں اس سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ جیسا کہ شرم الشیخ مصر میں وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے بھارت کے وزیر اعظم من موہن سنگھ سے احتجاج بھی کیا تھا۔ لیکن کس قدر دکھ کی بات ہے کہ ان کے آلہ کار بھی تو اپنے بنتے ہیں۔ اور چند ٹکوں کی خاطر اپنے بھائیوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ انہیں سبز باغ دیکھائے جاتے ہیں۔ اور پوری ہمدردی اور تعاون کا یقین دلایا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ صورت حال پائی جاتی ہے۔ لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ اگر حکومت پوری سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ ان ناراض لوگوں سے بات کرے۔ اور بلوچستان کی تعمیر وترقی میں پوری دلچسپی لے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ چند دنوں میں حالات معمول پر نہ آجائیں۔ وہ لوگ کب چاہیں گے کہ ہمیشہ حالت جنگ میں رہیں۔ اور اپنا اور آنے والی نسل کا مستقبل تاریک کریں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مذکرات حقیقی نمائندوں سے ہوں۔ تو ان شاء اللہ حالات درست ہوسکتے ہیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث :۔ کوئٹہ آنے کے بنیادی مقاصد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث اوران کے تحت کام کرنے والے ان تمام تعلیمی اداروں کو بھی دیکھنا تھا۔ان میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق ہے۔جس کے مہتمم ممتاز عالم دین مولانا ابوتراب علی محمد صاحب ہیں۔(اتفاق سے آپ سعودیہ کے سفر پر تھے) جب کہ آپ کے بھائی مولانا امین اللہ صاحب (جوکہ جامعہ سلفیہ کے ناظم ہیں) کوئٹہ میں موجود تھے۔آپ کے دیگر رفقاء اور اساتذہ میں مولانا نجیب اللہ صاحب اور مولانا سید عبدالحنان شاہ صاحب اور مولانا عصمت اللہ سالم صاحب ہیں۔ان حضرات نے ائیرپورٹ پر بھرپور استقبال کیا۔اور ائیرپورٹ سے سیدھے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے صوبائی دفتر لے آئے۔جہاں پرتکلف چائے سے تواضع کی گئی۔اور مرکزی جمعیت اہل حدیث کی تمام نشاطات سے آگاہی حاصل ہوئی۔خصوصاً گزشتہ سال زیارت اوراس کے گردوپیش آنے والے زلزلے اور جعفرآباد کے سیلاب میں بھرپور رفاہی کاموں کی تصویری جھلکیاں دیکھیں۔اور یہ جان کر دلی مسرت ہوئی کہ مرکزی جمعیت کے وجود کو ہر جگہ تسلیم کیا جانے لگا ہے۔اور بھرپور سیاسی نمائندگی حاصل ہوتی ہے۔دعوت وتبلیغ کا کام بھی بخیر وخوبی ادا کیا جارہا ہے۔کوئٹہ اوراس کے مضافات میں اس وقت تقریباً 76 جامع مسجد موجود ہیں۔جو براہ راست مرکزی جمعیت اہل حدیث کے زیرانتظام وانصرام کام کررہی ہیں۔جہاں خطبات جمعہ کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ اور بچوں، بچیوں کی ناظرہ قرآن کریم کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام موجود ہے۔

جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق:۔ جامعہ سلفیہ دعوۃ الحق بلوچستان میں مرکزی جمعیت کا اہم ترین تعلیمی ادارہ ہے۔جو عرصہ تیس سال سے کتاب وسنت کی تعلیم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کررہا ہے۔اس کے بانی مولانا حاجی نور محمد تھے۔جنہیں صرف اس وجہ سے شہید کردیا گیا تھا۔کہ وہ کتاب وسنت کے داعی اور سلفی العقیدہ ہیں۔ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحب زادے جناب مولانا ابوتراب علی محمد صاحب ادارے کے مہتمم مقرر ہوئے۔انہوں نے بڑی محنت سے ادارے کو پروان چڑھایا۔آپ بہترین منتظم ہیں۔قابل ترین اساتذہ کی جماعت موجود ہے۔جو دن رات محنت کرتے ہیں۔تعلیم کے ساتھ تربیت پرخصوصی توجہ ہے۔آپ کے بڑے بھائی مولانا امین اللہ صاحب ناظم ہیں۔جو کہ بہت اچھے عالم باعمل ہیں۔پورے اخلاص اور للہیت کے ساتھ کام کی نگرانی فرماتے ہیں۔اور درس وتدریس کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔مولانا ابوتراب صاحب کوئٹہ میں موجود نہیں تھے۔لیکن اپنے ایک پیغام

میں انہوں نے نیک خواہشات اور دلی مسرت کا اظہار کیا۔ اور میرے واپس آنے کے بعد بذریعہ فون شکریہ بھی ادا کیا۔

سلفیہ ریزیڈنشل سکول:۔ جامعہ سلفیہ سے ملحق یہ ایک جدید خطوط پر استوار شاندار تعلیمی ادارہ ہے۔ جو پرائمری، مڈل اور ہائی سکول پر مشتمل ہے۔ جس میں تقریباً سات سو طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ کوئٹہ انٹر بورڈ سے اس کا الحاق ہے۔ آجکل چھٹیاں تھیں۔ البتہ سکول کی پرشکوہ عمارت اس کے حسن انتظام کا پتہ دے رہی تھی۔ جس میں سائنس لیبارٹری بھی موجود ہے۔ طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام ہے۔

اپنے اس سفر میں جمعیۃ الھدی الخیریہ کے زیر انتظام ایک الھدی ریزیڈنشل سکول کو دیکھنے کا بھی موقعہ ملا۔ جس کے روح رواں جناب مولانا سید عبدالحنان شاہ صاحب ہیں۔ یہ کوئٹہ کے مضافات میں موجود ہے۔ تین منزلہ یہ سکول بھی تمام لوازمات سے مزین ہے۔ مزید تعمیر کا کام جاری ہے۔ تعطیلات کی وجہ سے طلبہ کے ساتھ گفتگو کا موقعہ نہ مل سکا۔ البتہ بعض اساتذہ سے گفتگو ہوئی۔ یہ ادارہ بھی تعلیم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔

زیارت:۔ زیارت بلوچستان کی پہچان ہے۔ یہ اہم ترین مگر چھوٹا شہر جہاں قائداعظم محمد علی جناح نے علالت کے آخری ایام بسر کیے۔ جس کی وجہ سے اسے عالمی شہرت حاصل ہوئی۔ اتفاق سے ان دنوں شدید برف باری جاری تھی۔ لیکن زیارت کو دیکھنے کے شوق میں موسم کی شدت آڑے نہیں آئی۔ بھلا ہو جناب مولانا نجیب اللہ صاحب کا جنہوں نے کمال محبت کا مظاہرہ کیا۔ اور ہم مولانا امین اللہ اور مولانا سید عبدالحنان شاہ کی ہمراہی میں زیارت روانہ ہوئے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد زیارت پہنچ گئے۔ اور پیدل قائداعظم کی یادگار رہائش گاہ پر پہنچے۔ جہاں برف نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا تھا۔ شدید سردی تھی۔ گیٹ بند اور تالے لگے ہوئے تھے۔ لیکن اچانک ایک چوکیدار نمودار ہوا۔ جس سے رہائش گاہ دیکھنے کی درخواست کی۔ جس نے کمال مہربانی سے یہ سہولت فراہم کردی۔ اور ہم نے بڑے اطمینان کے ساتھ تمام کمروں اور قائد سے متعلق چیزوں کو دیکھا۔

الھجرۃ سکول اینڈ کالج زیارت:۔ کوئٹہ سے زیارت کے لیے نکلے تو برادرم نجیب اللہ صاحب نے الھجرۃ سکول کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا کہ یہ سکول زیارت شہر سے قبل برلب سڑک واقع ہے۔ میں نے فوراً کہا کہ ہم اس کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ کہنے لگے کیوں نہیں! زیارت سے واپسی پر ہم وہاں

رکیں گے۔انہوں نے فوری طور پر الھجرۃ سکول کے پرنسپل جناب طارق حسین صاحب سے رابطہ کیا۔ اور میری آمد سے مطلع کیا۔میرے ذہن میں چند سال قبل جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں برادرم عبدالکریم ثاقب صاحب (جو کہ الھجرۃ ٹرسٹ انٹرنیشنل کے چیئرمین ہیں) سے ہونے والی ملاقات اور الھجرۃ سکول کے بارے میں ایک فلم چلنے لگی۔اور اس وقت میرے لیے الھجرۃ سکول آنا ایک ناممکن سی بات لگتی تھی۔ لیکن آج زیارت جاتے ہوئے میں بے حد مسرور تھا۔کہ الھجرۃ سکول دیکھوں گا۔الھجرۃ سکول کی ایک شاندار تاریخ ہے جس کا تفصیلی تذکرہ پھر کسی موقعہ پر بیان کروں گا۔لیکن یہاں اس کی کارکردگی کے حوالے سے چند باتیں از حد ضروری ہیں۔ برادرم عبدالکریم ثاقب صاحب کی خصوصی دلچسپی اور عزم واستقلال نے جنگل میں منگل کا کام کیا۔ یہ سکول گورنمنٹ بلوچستان نے ہی تعمیر کیا۔لیکن اسے آباد عبدالکریم ثاقب نے کیا۔

الھجرۃ سکول میں بلوچستان کے تمام علاقوں سے غریب ونادار بچوں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ جس کے والد کی سالانہ آمدنی ڈیڑھ لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو۔طلبہ کو چھٹی کلاس کے بعد انٹری ٹیسٹ کے ذریعے داخلہ دیا جاتا ہے۔اور تمام تعلیمی اور اقامتی سہولتیں فراہم کی جاتیں ہیں۔سکول کے پرنسپل جناب طارق حسین نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ ایک طالب علم پر ماہانہ بیس ہزار روپے خرچ آتے ہیں۔اور اس وقت بچوں کی تعداد 190 کے قریب ہے۔ جو کہ مڈل، ہائی اور انٹر کی کلاسوں میں پڑھ رہے ہیں۔سالانہ نتیجہ %100. ہے۔اس میں %90 +A میں کامیاب ہوتے ہیں۔اب تک آٹھ کلاسیں FSC کر کے فارغ ہو چکی ہیں۔اور ان میں سے کچھ بچے MBBS اور بعض انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرر ہے ہیں۔

بلوچستان میں الھجرۃ سکول امید کا روشن چراغ ہے۔اور اس کی کاوشیں ضرور رنگ لائیں گی۔اور وہ دن دور نہیں۔جب اس سکول کے ذریعے بلوچستان میں تعلیمی انقلاب آئے گا۔الھجرۃ سکول تعلیم کے ساتھ تربیت کے لیے اسلامی اخلاق واقدار پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ بلاشبہ یہ اس عظیم الشان ادارے کے مؤسسین کی اعلیٰ وارفع سوچ کا آئینہ دار ہے۔اس ادارے میں زیر تعلیم طلبہ ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔جن کے ہاں مدتوں سے کوئی تعلیم یافتہ نہیں تھا۔اور ان کے لیے تعلیم کا حصول تقریبا ناممکن تھا۔اور یہ گھرانے کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔کہ ان کے بچے بھی تعلیم یافتہ ہو جائیں گے۔اور

ڈاکٹر یا انجینئر بنیں گے۔لیکن الھجرۃ نے یہ ناممکن کام ممکن کر دیکھایا۔اوران بے بس غریب لاچار والدین کو یہ خواب سچا کر کے دیکھایا۔شہر کے شوروغل سے دور نہایت پرسکون ماحول میں تمام سہولتوں سے آراستہ الھجرۃ سکول کسی نعمت سے کم نہیں۔جہاں طلبہ کے لیے بہترین لیبارٹریاں اور جدید کمپیوٹر لیب موجود ہے۔جہاں NET کی سہولت بھی دستیاب ہے۔نہایت تجربہ کار اساتذہ ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔منتظمین کی توجہ اور حوصلہ افزائی کے باوجود اساتذہ کرام کی قربانی کے بغیر یہ مشن مکمل نہیں ہوتا۔جس پر اساتذہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔

اتفاق سے شدید سردی کی وجہ سے تعطیلات تھیں۔چند طلبہ موجود تھے۔لیکن اس دن بھی سردی کی شدید لہر نے تمام نظام درھم برھم کر رکھا تھا۔مگر جذبہ صادق ہو تو ہر کام آسان ہو جاتا ہے۔اس شدت کی سردی (منفی 7 ڈگری) کے باوجود ہم نے تمام کلاس رومز، لیبارٹریاں، کمپیوٹر لیب کا معائنہ کیا۔ الھجرۃ سکول کے پرنسپل طارق حسین بہت بااخلاق حوصلہ منداور مشنری جذبے کے حامل ایک سلجھے ہوئے تجربہ کار منتظم ہیں۔جن سے مل کر ہی اندازہ ہو گیا۔کہ ادارے کی کامیابی کے پیچھے یقیناً ان کا جذبہ ایثار وقربانی بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مساعی قبول فرمائے۔

سیمینار:۔ ورلڈ کونسل آف ریلیجنز پاکستان کے زیر اہتمام ایک پروقار سیمینار 14 فروری 2012 کو سٹی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔جس کا عنوان ''لسانی وعلاقی تعصب کا خاتمہ مواخات مدینہ کی روشنی میں''،جس کی صدارت راقم نے کی۔اس میں رابطہ المدارس الاسلامیہ کے صدر مولانا عبدالمالک کے علاوہ مقامی علماء، دانشوروں اور معززین شہر کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ان میں کرسچین طبقہ کی نمائندگی بھی موجود تھی۔اس میں تمام مقررین نے لسانی اور علاقائی تعصب کو ایک لعنت قرار دیا۔اوراپنی گفتگو میں مل جل کر رہنے، پیار ومحبت کے پیغام کو عام کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔باہمی گفت وشنید کے ساتھ مسائل کو حل کرنے اور بلوچستان کے حقیقی مسائل کو سمجھ کر ان کا حل تلاش کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔حقیقت میں بلوچستان میں بسنے والے تمام لوگ پیار ومحبت کرنے والے محب وطن شہری ہیں۔ اوروہ خود چاہتے ہیں۔کہ بلوچستان سے قتل وغارت کا یہ سلسلہ ختم ہو۔تاکہ وہ امن کی زندگی بسر کرسکیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت اس پر خصوصی توجہ دے۔

تمام شرکاء نے بھی باہمی ہم آھنگی اور پرامن بقائے باھمی کے اصول پر عمل کرنے اور مل جل کر مسائل کو حل کرنے کی ضرورت محسوس کی۔اور نیک خواہشات اور تمناؤں کا اظہار کیا۔